اردو

مختصر ترجمہ وتفسیر

سورۃ فاتحہ وقصار سور

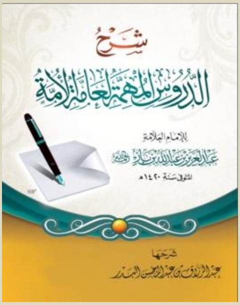

یہ کتابچہ دراصل امام ابن باز رحمہ اللہ کے شہرت یافتہ، مفید ترین رسالہ

الدروس المهمة لعامة الأمة

پر شیخ أ.د/ عبدالرزاق عبدالمحسن العباد البدر حفظہ اللہ

کی شرح سے درس اوّل کا اردو ترجمہ ہے۔

از قلم:

أبوعبدالله النوري

(داعی ومترجم صبیح اسلامک گائڈینس سینٹر-القصیم)

جمعية الدعوة والإرشاد
وتوعية الجاليات بصبيح-بمنطقة القصيم
Association of Da3wah and Guidance
And communities education at Subaih Al-Ghassim

عرض مترجم

امام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا بیش قیمت رسالہ الدروس المهمة لعامة الأمة یعنی عام مسلمانوں کے لئے اہم دینی اسباق محتاج تعارف نہیں، چند سال قبل اس متن پر فضیلة الشيخ أ.د /عبدالرزاق عبدالمحسن العباد البدر حفظه اللہ کی مفید ترین شرح کا مجموعہ بھی منظر عام پر آیا، عوام الناس کے لئے اہم دینی اسباق کو شامل یہ مفید ترین مجموعہ راقم السطور کو مسجد نبوی شریف میں قسم الإهداء سے بطور تحفہ حاصل ہوا، کتاب کی افادیت کے پیش نظر خود اپنے اور اردو داں بھائیوں کے لئے نفع کی امید سے آہستہ آہستہ یومیہ ایک، دو صفحات کا ترجمہ شروع کردیا اور بفضله تعالى مرور ایام کے ساتھ پوری کتاب کے ترجمہ کا مسودہ تیار ہو گیا۔

سورہ فاتحہ کی اہمیت اور عام مسلمانوں کے لئے کم از کم قصار سور کے معانی سے واقفیت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جمعية الدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بصبيح میں رئیس قسم توعية الجاليات کے اشارے پر پوری دنیا میں پھیل رہی **کوروناوائرس** نامی وباء سے بچاؤ کیلئے احتیاطی تدابیر کے طور پر جمعیہ میں ہفتہ واری دروس و محاضرات کے وقتی توقف کے ایام کو بروئے کار لانے کی خاطر الحمد للہ ۲۴/رجب/ ۱۴۴۱ھ سے ۱۴/شعبان/۱۴۴۱ھ کے درمیان بذریعہ واٹس ایپ آن لائن انعامی مقابلہ کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا ہے، اسی مناسبت سے مسابقے

میں شریک افراد کے لئے مرجع کے طور پر مذکورہ شرح کا پہلا درس سورت کے اردو ترجمہ کی صورت میں معمولی اضافے اور تنسیق و ترتیب کے بعد بعد آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اصل شرح کے عبارتوں کی ترجمانی میں وقت کی تنگی اور ترجمہ کے رموز و آداب سے ناآشنائی کے باعث لغزش کے حصول کا کافی امکان ہے، قارئین سے ہر مفید توجیہ اور رہنمائی کا منتظر ہوں، آپ کی تمام توجیہات ہمارے لئے باعث مسرت ہوں گی۔

آپ کا دینی بھائی:
ابو عبد اللہ ممتاز عالم نسیم أحمد نوری مدنی
(قصیم، سعودی عرب)
ibnnasimjeetpuri@gmail.com

﴿سورہ فاتحہ﴾

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ (١)

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ(٢) الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ(٣) مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ(٤) إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ(٥) اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (٦) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ(٧)﴾.

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ تعالی کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے(۱) سب تعریف اللہ تعالی کے لئے ہے، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے(۲) بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا(۳) بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے(۴) ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں(۵) ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا(۶) ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی(۷)۔

ایک مسلمان جب بھی کتاب اللہ کی تلاوت شروع کرے اسے استعاذہ کرنا چاہئے(استعاذة یعنی: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھنا)۔

"استعاذہ" کا معنی ہے: اللہ تعالی سے التجاء اور فریاد کرنا کہ وہ اپنے بندے کو پناہ دے، اور اسے شیطان مردود کی شر سے محفوظ رکھے۔

تلاوت قرآن سے پہلے **استعاذہ** اس لئے مشروع ہے کیونکہ شیطان بندے کو اس عظیم کتاب کی تلاوت اور اس کی ہدایات سے رہنمائی حاصل کرنے اور اس سے متاثر ہونے سے روکنے کی سب سے زیادہ کوشش کرتا ہے، لہذا بندے کیلئے اس وقت اللہ سے پناہ حاصل کرنا مشروع قرار پایا تاکہ وہ اللہ کے کتاب کی تلاوت کرتے ہوئے شیطان کے وسوسوں اور شرارتوں سے دور ہو، اللہ کی حفاظت میں آجائے اور صحیح طریقے سے تلاوت کر سکے۔

((الشـــــيطان)) کا مطلب ہے: سرکش، بگڑا ہوا، خود گمراہ اور اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے والا، اور انہیں اللہ تبارک وتعالی کی اطاعت سے روکنے والا۔

((الــرجيم)) کا مطلب: دھتکارا ہوا، دور کیا ہوا، لعنت زدہ؛ جسے اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہو، اور چونکہ وہ خود اللہ کی رحمت سے محروم ہے وہ اس کے بندوں کو بھی دور کرنا چاہتا ہے، اسی واسطے بندوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس شیطان مردود سے اللہ کی پناہ حاصل کریں، جو انسان کو اللہ عزوجل کی فرمانبرداری اور عبادت اور اس کی رحمت کا مستحق ہونے سے روکنے کی جہد پیہم (مسلسل کوشش) کرتا رہتا ہے۔

﴿بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ﴾ کو مختصرا **"بسملہ"** کہا جاتا ہے جو قرآن کہ ایک آیت ہے جسے سورہ براءہ (توبہ) کے علاوہ ہر سورت کی تلاوت سے قبل پڑھا جاتا ہے۔

"بسملہ" اللہ تبارک وتعالی کی مدد کے حصول کی خاطر پڑھا جانے والا کلمہ ہے، اس کے ساتھ تلاوت کی شروعات کا مطلب یہ ہے کہ: کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والا اپنے تلاوت کی ابتداء اللہ کی مدد سے کرتا ہے؛ بسم اللہ میں موجود "بـ" (باء) استعانت کیلئے ہے، یعنی: کسی کام اللہ تعالی کے نام کی برکت سے شروع کیا جاتا ہے۔

﴿اللہ﴾ رب تعالی کا علم (نام) ہے، جس کا معنی ہے: اپنے تمام مخلوقات پر الوہیت اور عبودیت کا حقدار، جو اللہ کی الوہیت یعنی کمال، عظمت اور جلال کے ان اوصاف پر دلیل ہے جن کے سبب ذات باری تعالی کو عبادت وبندگی، عاجزی اور خاکساری کا حق حاصل ہوا، اسی طرح یہ اس نام کے متقاضی عبودیت؛ یعنی اللہ کی خاطر بندوں کی عاجزی، خاکساری اور ان کے اللہ کی طرف توجہ جیسے افعال پر بھی دلالت کرتا ہے۔

﴿الرحمان الرحيم﴾ رحمت سے مشتق دو نام ہیں، جو اللہ سبحانہ وتعالی کیلئے صفت رحمت کے ثابت ہونے پر دلیل ہیں؛ "رحمان" عام اور کشادہ رحمت پر دلالت کرتا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وسعت رحمتي كل شيء﴾ [الأعراف:156]، اور "رحيم" اللہ رب العلمین کے مخصوص اور پارسا بندوں کیلئے خصوصی رحمت پر دلالت کرتا ہے، جیساکہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿وكان بالمؤمنين رحيما﴾ [الأحزاب:43]۔

﴿الحمدلله﴾ الحمد : محبت کے ساتھ اللہ-جل و علا- کی تعریف کرنا،اللہ عزوجل کی تعریف اس کے اسماء حسنی اور اعلی ترین صفات اور اس کی ان گنت اور بے شمار نعمتوں اور احسانات پر کی جاتی ہے ۔

﴿رب العلمين﴾ : یعنی ان کا خالق،مالک،انکے انتظامات کرنے والا،انکی حالات جاننے والا،ان سب میں اس کا کوئی ساجھی نہیں،اور "عـــالم" میں اللہ کے علاوہ تمام لوگ شامل ہیں۔

﴿الرحمان الرحيم﴾:یعنی عام اور خاص رحمت کی صفت سے متصف ہے-جیساکہ گذر چکاہے-۔

﴿مالك يوم الدين﴾ایک دوسری قراءت میں ﴿مَلِكِ يَومِ الدِّين﴾ ہے جس کا مطلب: حساب اور بدلے والادن،" الـــدِّين"حساب کو کہاجاتاہے،اور رب تعالی کے ناموں میں سے الـديان یعنی حساب لینےاور بدلہ دینے والابھی ہے ، اس آیت میں اللہ تبارک وتعالی سے ملاقات اور اسکے سامنے کھڑے ہونے سے خوف دلایا گیاہے،جیساکہ اللہ عزوجل کافرمان ہے:﴿وما أدراك ما يوم الدين ثم ما أدراك ما يوم الدين يوم لا تملك نفس لنفس شيئا والامر يومئذ لله﴾. [سورۃ الِانفطار ۱۷-۱۹]۔

﴿إياك نعبد وإياك نستعين﴾ میں عبادت اور استعانت (طلب مدد کے خالص اللہ-عزوجل-کیلئے ہونے کی طرف اشارہ ہے،لهذا فرمان باری: ﴿إيــاك نعبـد﴾ کا معنی ہے کہ: میں تیرے لئے اپنی عبادت کو خالص کرتاہوں، پس تیرے

سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا، ﴿وإياك نستعين﴾ کا مطلب یہ ہے کہ: میں صرف تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں تیرے علاوہ کسی سے بھی مدد نہیں مانگتا۔

فرمان باری تعالی: ﴿إيـــاك نعبـــد﴾ میں شرک سے براءت ہے اور ﴿إياك نستعين﴾ میں حول وقوت سے براءت۔

﴿إيـاك نعبـد﴾ میں "لا إلـه إلا الله" کا اثبات ہے جبکہ ﴿إيـاك نستعين﴾ میں لا حول ولا قوة الا بالله کا اثبات ہے۔

﴿إيـــاك نعبـــد﴾ میں شرک وریاکاری سے دوری ہے اور ﴿إيـــاك نستعين﴾ میں خود پسندی اور تکبر سے بیزاری۔

﴿إهدنا الصراط المستقيم﴾، یعنی: اے اللہ تو ہماری رہنمائی فرما اور ہمیں اس سیدھے راستے پر چلنے اور اس کے پیروی کی توفیق عنایت کر، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وأن هـذا صـراطي مستقيما فـاتبعوه ولا تتبعـوا السـبل فتفرق بكم عن سبيله﴾ [الأنعام:153]. اور صراط مستقیم اللہ کا وہ دین ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کی خاطر پسند فرمایا ہے، اور وہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول نہ کرے گا۔

﴿صـــراط الـــذين أنعمـــت علـــيهم﴾، یعنی: نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک کاروں کا راستہ؛ ان کی رفاقت کیا ہی خوب ہوگی!، جنہوں نے علم نافع اور عمل صالح کے درمیان جمع کیا، بے شک اہل علم وعمل ہی انعام یافتہ لوگ ہیں۔

﴿غير المغضوب عليهم﴾، سے مراد یہود اور ان کی روش پر چلنے والے ہیں، جو حق جانتے ہوئے اس پر عمل نہیں کرتے۔

﴿ولا الضالين﴾ سے مراد نصاری اور بغیر علم وبصیرت اللہ تبارک و تعالی کی عبادت کرنے میں ان کے طریقہ کار پر چلنے والے ہیں۔

یہاں مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ: برائی اور گمراہی کے داعی علماء سے خبردار کیا جائے، جیساکہ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: ((**ہمارے اہل علم میں سے بگڑے ہوئے لوگوں میں یہودیوں کی مشابہت پائی جاتی ہے، اور ہمارے عبادت گذاروں میں سے فاسد لوگوں میں نصاری کی مشابہت پائی جاتی ہے**))[1]

اس سورہ کو سمجھنے میں سب سے بہتر مدد ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ملے گی جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالی سے روایت کی ہے، فرمان باری تعالی ہے: ((میں نے نماز "سورہ فاتحہ" اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کردیا ہے، اور میرے بندے کے لئے وہ سب ہے جس کا وہ سوال کرے ، جب بندہ کہتا ہے ﴿الحمدلله رب العالمين﴾ تو اللہ تعالی کہتا ہے، بندے نے میری حمد بیان کی، جب کہتا ہے ﴿الرحمان الرحيم﴾ تو اللہ تعالی کہتا ہے: میرے بندے نے میری ثناء بیان کی، جب کہتا ہے: ﴿مالك يوم الدين﴾ اللہ کہتا ہے: بندے نے میری بزرگی بیان کی، جب بندہ ﴿إياك نعبد وإياك نستعين﴾ کہتا ہے، تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے اور بندے کے

---

[1] ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسے اپنی تفسیر (138/4) میں ذکر کیا ہے۔

درمیان ہے اور بندہ جو بھی مانگے اسے ملے گا پس جب بندہ کہتا ہے: ﴿إهدنا الصراط المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾، اللہ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کی خاطر ہے اور میرا بندے جو مانگے اسے ملے گا))[1]۔

اور ((قسمت الصلاة)) کا معنی ہے سورہ فاتحہ، اسے صلاۃ اس واسطے کہا گیا کیونکہ جو اسے نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی، نماز میں اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے صلاۃ (نماز) سے موسوم کیا گیا۔

اور اللہ اور بندے کے درمیان اسے تقسیم کئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں سے ساڑھے تین آیات رب تعالی کیلئے ہیں جو ﴿إياك نعبد...﴾ کا ابتدائی حصہ اور شروع کی تین آیات ہیں جبکہ آخری کی ساڑھے تین آیتیں بندے کی خاطر ہیں۔

بایں طور کہ اس کا پہلا حصہ اللہ کی حمد وثناء پر مشتمل ہے اور آخری حصہ میں بندے کیلئے دعاء ہے۔

اور اسے ((أم القرآن)) کے نام سے جانا جاتا ہے، کیونکہ اجمالی طور پر اس سورت میں قرآن کے تمام تفصیلی محتویات موجود ہیں۔ اور یہ سورت متعدد دروس اور عبرتوں سے بھری ہوئی ہے، دین کے قواعد، اصول ایمان اور شریعت

---

[1] اسکی تخریج امام مسلم (395) رحمہ اللہ نے کی ہے۔

کے اہم امور، اخلاق وآداب اور ان کے علاوہ اس عظیم سورت میں دیگر باتیں شامل ہیں۔

□□□

سورہ زلزلہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ

﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (١) وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (٢)
وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا (٣) يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (٤) بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ
لَهَا (٥) يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ (٦) فَمَن
يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (٧) وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ
(٨)﴾.

ترجمہ: جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی(1) اور وہ اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی(2)انسان کہنے لگے گا کہ اسے کیا ہو گیا(3) اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کردے گی(4) اس لئے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہو گا(5) اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے ان اعمال دکھادیئے جائیں(6) پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا(7) اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا(8)۔

یہ عظیم سورت "سورہ زلزلہ" ہے جس میں اللہ رب العلمین نے قیامت سے قبل واقع ہونے والی ہولناکیوں کا تذکرہ کیا ہے، قبل قیامت واقع ہونے والے امور میں سے کرہ زمین کا کانپنا اور اس کا جھنجھوڑا جانا بھی ہے۔

﴿إذا زلزلت الأرض زلزالها﴾ یعنی وہ کانپے گی، ہلے گی اور حرکت کرے گی۔

﴿وأخرجت الأرض أثقالها﴾ یعنی زمین اپنے اندر موجود دفن شدہ مردوں کو باہر نکال دے گی، اپنے خزانے اگل دے گی، جو کہ زمین کی جانب سے وقوع قیامت اور اللہ کے سامنے وقوف کی نشانی ہوگی۔

﴿وقال الانسان ما لها﴾ یعنی انسان اپنی قبر سے حشر اور اللہ کے سامنے وقوف کیلئے کھڑا ہوتے ہوئے اس عجیب امر اور ہولناک منظر کو دیکھ کر بوکھلایا ہوا ہوگا اور کہے گا: اسے کیا ہوا؟! زمین کو یہ سب کیا ہوگیا ہے۔

﴿یومئذ﴾ یعنی بروز قیامت ﴿تحدث أخبارها﴾: زمین اپنے اوپر واقع ہونے والے لوگوں کے اچھے برے کرموں کے بارے میں بتائے گی؛ اس یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین اپنے اوپر واقع ہونے والے لوگوں کے اخبار، احوال، اقوال واعمال کی گواہی دے گی، اور اس کی ان کے خلاف یہ گواہی اللہ کی حکم سے ہوگی۔ جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿بأن ربك أوحى لها﴾ یعنی اللہ نے اسے حکم دیا ہے اور اسے اس گواہی کی اجازت بھی دی ہے۔

پھر اس کے بعد لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ ارض موقف سے اپنے اعمال کے بقدر بدلہ اور حساب کے لئے آئیں گے؛ ﴿یومئذ﴾ یعنی بروز قیامت ﴿یصدر الناس أشتاتا﴾، یعنی نیک اور برے اعمال کے اعتبار سے لوگ الگ الگ اصناف اور گروہوں میں منقسم ہوں گے ﴿لیروا أعمالهم﴾ یعنی: دیکھیں اور مشاہدہ کریں اور انہیں اپنے کئے ہوئے اعمال پر واقفیت حاصل ہو، چاہے وہ اعمال اچھے ہوں یا برے سب ان پر شمار کئے جاچکے ہوں گے، ان کے اچھے اور برے اعمال کا شمار باریک

ترازو کے ذریعہ ہوگا،وہ اپنے سارے کے سارے اعمال بلا کمی کے دیکھ لیں گے،نہ ہی ان کے اچھے اعمال میں کمی ہوگی اور نہ ہی برے اعمال میں،نہ تھوڑے میں اور نہ زیادہ میں پھر لوگوں کو ان کے نیک اعمال پر ثواب اور برے اعمال پر عقاب ملے گا۔

﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره (٧)ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره﴾ ﴿الذرة﴾ چھوٹی چیونٹیوں میں سے ایک کو ذرہ کہتے ہیں،اس دن اچھے اور برے اعمال بالکل باریک ترازو سے پیمائش کئے جائیں گے،اس میں بندوں کو اس بارے میں تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ کسی بھی نیک عمل کو کم تر نہ تصور کریں،اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے:**((اتقوالنار ولو لشق تمرة))**[1]ترجمہ: تم جہنم سے بچوا گرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے۔ اس لئے کہ بروز قیامت ترازو باریک ترین ہوگا۔

﴿فمن يعمل مثقال ذرة﴾یعنی نیکی میں سے ﴿خيرا يره﴾،

﴿ومن يعمل مثقال ذرة﴾یعنی: بدی میں سے ﴿شرا يره﴾یعنی: اپنے عمل پر مکمل سزا وجزاء کے طور پر،اس سورت میں اس بات پر تنبیہ بھی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی حقیر نہ سمجھیں جیسا کہ حضرت عائشہ سے مروی حدیث میں ہے کہ:**((إياكم و محقرات الأعمال ،فإن لها من الله طالبا))**[2]بلکہ

([1])اس کی تخریج بخاری(١٤١٧)اور مسلم(١٠١٦)نے عدی بن حاتم کے واسطے سے کی ہے۔

([2])اس کی تخریج نسائی نے((الکبری))(١١٨١١)اور ابن ماجہ(٤٢٤٣)نے کی ہے اور البانی نے اسے((الصحيحة))(٥١٣)میں صحیح قرار دیا ہے۔

ضروری ہے کہ انسان چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے بچے،اور اگر کوئی برائی ہو جائے تو فوراتوبہ کرلےاور اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف رجوع کر جائے۔

□□□

سورہ عادیات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا (١) فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا (٢) فَالْمُغِيرَاتِ
صُبْحًا (٣) فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا (٤) فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا (٥)إِنَّ الْإِنسَانَ
لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ (٦) وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ (٧) وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ
(٨) ۞ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ (٩) وَحُصِّلَ مَا فِي
الصُّدُورِ (١٠) إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ (١١)﴾.

ترجمہ: ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم(1) پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی قسم (2) پھر صبح کے وقت دھاوا بولنے والوں کی قسم(3) پس اس وقت گرد وغبار اڑاتے ہیں(4) پھر اسی کے ساتھ فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں(5) یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے(6) اور یقیناً وہ خود بھی اس پر گواہ ہے(7) یہ مال کی محبت میں بھی بڑا سخت ہے(8) کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں جب قبروں میں جو (کچھ) ہے نکال لیا جائے گا(9) اور سینوں کی پوشیدہ باتیں ظاہر کردی جائیں گی(10) بے شک ان کا رب اس دن ان کے حال سے پورا باخبر ہوگا(11)۔

یہ عظیم سورت "سورہ عادیات" ہے، جس میں اللہ تعالی نے اپنے ان مخلوقات کی قسم کھائی ہے اور اللہ تعالی اپنی مخلوقات میں سے جس کی بھی چاہے قسم کھا

سکتا ہے،اور اللہ تعالی جس کی قسم کھاتا اسکی اہمیت کا بیان مقصود ہوتا ہے، لیکن مخلوق کی اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم نہیں اٹھا سکتا، جیسا کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: **((جسے قسم اٹھانا ہو وہ اللہ کی قسم اٹھائے ورنہ خاموش رہے))**[1]،اور دوسری جگہ ہے: **((جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر یا شرک کیا))**[2]۔

﴿والعاديات ضبحا﴾ یہ اللہ کی طرف سے ہانپتے ہوئے چلنے والے ان گھوڑوں کی قسم ہے جس کے اوپر صبر واحتساب سے متصف اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے سوار ہوتے ہیں، جن کا مقصد اس جہاد سے اللہ کے کلمہ کی سربلندی ہوتی ہے۔

(عـــدو) معروف ہے؛ یہ اللہ تبارک و تعالی کے دین کے دشمنوں کی رہائش گاہوں کی جانب ان (گھوڑوں) کے چلنے کی رفتار کو کہا جاتا ہے،اور (ضـــبح) گھوڑے کی سانس کو کہا جاتا ہے، تیز رفتار چال کے سبب ان کی سانسیں اس کیفیت سے نکلتی ہیں۔

﴿فالموريات قدحا﴾، یعنی ان کے تیز دوڑنے کے باعث جب ان کے ٹاپ سخت زمین اور کنکریوں پر لگتے ہیں تو ان سے چنگاری اور آگ نکلتی ہے، جو کہ

---

(1) اس کی تخریج امام بخاری (۲۶۷۹) اور مسلم (۱۶۴۶) نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے کی ہے۔

(2) اس کی تخریج امام احمد (۶۰۷۲)،ابو داود (۳۲۵۱)، ترمذی (۱۵۳۵) نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے کی ہے اور البانی نے اسے الارواء (۲۵۶۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

انکی طاقت اور تیز رفتاری اور دشمنوں سے مڈبھیڑ کے وقت ان کی اہمیت کی علامت ہوتی ہے۔

﴿فالمغيرات صبحا﴾:المغیرات:یعنی اپنے دشمن پر دھاوا بولنے والے (صبحا):بوقت صبح،دشمنوں پر حملہ کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکروں کا غالب طور سے یہی معمول ہوا کرتا تھا۔

﴿فأثرن به نقعا﴾ یعنی جب یہ اس قدر قوت اور تیزی سے دشمنوں کی پڑاؤ کے سمت نکلتے ہیں، تو ان کے تیزی سے دھاوا بولنے کے سبب میدان جنگ گرد و غبار سے اندھیرا ہو جاتا ہے۔

﴿فوسطن به﴾یعنی پھر وہ اپنے اوپر سوار اللہ کے راستے میں قتال کرنے والوں کے ساتھ فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں، ﴿جمعا﴾، یعنی: دشمنون کی جماعت، پس وہ چلتے ہوئے اپنے اوپر سوار مجاہد کے ساتھ دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالی کے حکم سے انہیں روند ڈالتے ہیں۔

یہی قسم ہے۔

اور جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے: وہ انسان کی حالت کو بیان کرنا ہے﴿إن الانسان لربه لكنود﴾: اور "کنود" کہتے ہیں، نعمت کے انکار کرنے والے کو، عام طور پر انسان کا یہی حال ہے، اللہ رب دوجہاں اس پر طرح طرح کی نعمتیں اور بے پایاں احسان کرتا ہے ، مگر یہ اللہ کے فضل اور نعمت کا منکر اور جھٹلانے والا ہوتا

ہے، تنگدستی ، بخیلی و کنجوسی سے کام لیتا ہے، اللہ کے دیئے ہوئے مال کو ہی اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتا، سوائے اسکے جسے اللہ اس عادت سے محفوظ رکھے۔

﴿وإنه﴾ یعنی: یہ انسان ﴿على ذلك لشهيد﴾ یعنی اس مذموم عادت اور بری خصلت پر انسان اپنے خلاف خود بھی گواہ ہے۔

﴿وإنه لحب الخير﴾ یعنی: مال ﴿لشديد﴾: (سخت ہے) اسے کتنا بھی مال مل جائے اسے قناعت نہیں ہوتی، وہ مال سے خوب محبت کرتا ہے، اگر ایک وادی بھر کے اسے مال مل جائے تو بھی وہ دوسری وادی کی تلاش میں نکل پڑے گا۔

پھر اللہ رب العلمین نے انسان کو وہ چیز بتائی جس سے وہ ان صفات اور عادتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿أفلا يعلم﴾، یعنی: انسان ﴿إذا بعثر مافي القبور﴾ یہ ایسی بات ہے جس کا یاد کرنا اور اس کی جانکاری بندے کیلئے از حد ضروری ہے، اور اللہ کی نعمتوں کا اس طرح انکار اور مال کی یہ محبت اور اس خاطر اس قدر پاگل پن اور اس کے آگے اپنے اصل مقصد سے نابلد ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندے کو موت آدھرے گی، پھر قبروں میں موجود ہر شیئ کو نکالا جائے گا، اور لوگ قبروں سے اعمال کے حساب اور اس پر بدلے کیلئے نکل پڑیں گے۔

﴿وحصل مافي الصدور﴾ یعنی اس دن اس میں موجود تمام چیزیں نکال لی جائیں گی، تاکہ بندے کو اس کی بخیلی، کنجوسی، ناشکری اور دیگر بری خصلتوں کا صلہ دیا جائے۔

﴿إن ربهم بهم يومئذ لخبير﴾ یعنی اللہ ان کے ظاہری اور باطنی ،علانیہ اور خفیہ تمام اعمال سے باخبر ہے،اور انہیں ان کا بدلہ ضرور دے گا۔

اور ((الخبیر)) اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے،جس کا معنی ہے معاملات ی ہ تہہ اور چیزوں کی پوشیدہ امور کو اسی طرح جاننے والا جس طرح ظاہر اور اعلانیہ امور کو جانتا ہے ۔

□□□

سورہ قارعہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿الْقَارِعَةُ (١) مَا الْقَارِعَةُ (٢) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ (٣)
يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ (٤) وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ
الْمَنفُوشِ (٥) فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (٦) فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ
(٧) وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ (٨) فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ (٩) وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ
(١٠) نَارٌ حَامِيَةٌ (١١)﴾.

ترجمہ: کھڑکھڑا دینے والی (۱) کیا ہے وہ کھڑکھڑا دینے والی (۲) تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے (۳) جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے (۴) اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے (۵) پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے (۶) وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا (۷) اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے (۸) اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے (۹) تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے (۱۰) وہ تند و تیز آگ (ہے)۔

﴿القارعة﴾، یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، متعدد صفات کے سبب قیامت کے نام بھی کئی ایک ہیں، یہ صفات: أعلام بھی ہیں اور أوصاف بھی ، جو کہ اس دن کے عظیم صفات کو بیان کرتی ہیں۔

اور ((**القارعـــة**)) کا مطلب جو دلوں اور کانوں کو اپنے ہولناکی ،شدت اور سختی کے سبب جھنجوڑ کرر کھ دے۔

﴿ما القارعة (٢)وما أدراك ما القارعة﴾، یہ سوال اس دن کی عظمت اور ہولناکی کو بیان کرنے کیلئے ہے، یقیناًوہ دن بہت عظیم اور سخت ہو گا۔

﴿يوم يكون الناس كالفراش المبثوث﴾، اس دن لوگوں کا ایک دوسرے کے اوپر گرنے اور ایک دوسرے سے مل جانے میں ان کی حالت بکھرے ہوئے اور ایک دوسرے کے اوپر گرے پڑے پروانوں کے مانند ہو گی،اور یہ دوسری آیت ﴿**كأنهم جراد منتشر**﴾ کے مترادف ہے۔

﴿وتكـــون الجبـــال﴾، یعنی: مضبوط سخت اور ایک ساتھ ملے ہوئے پہاڑ ﴿كـــالعهن المنفـــوش﴾، یعنی: دھونی ہوئی روئی کے مانند ہو جائیں گے،جو دھنائی کے بعد ڈھیر تو ہوتے ہیں مگر ایک دوسرے سے جڑے نہیں رہتے،جو معمولی ہوا چلتے ہی اڑنے لگ جاتے ہیں گویا قیامت والے دن یہ مضبوط پہاڑ اپنی قوت اور مضبوطی کھودیں گے۔

پھر اللہ نے اس دن لوگوں کی حالت بتائی کہ وہ اس دن دو طرح کے ہوں گے:

﴿فأما من ثقلت موازينه﴾ یعنی: جنکی نیکی اور فرمانبر داری کا پلڑا بھاری ہو گا ﴿فهو في عيشة راضية﴾، یعنی: ہمیشگی والی جنت میں، اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں میں جو نہ روکی جائیں گی اور نہ ہی فنا ہوں ہوں گی، اللہ کے فضل اور

احسان سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی، وہ خوش و خرم ہوں گے، جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے: **((جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں اللہ تبارک و تعالی کہے گا تم مجھ سے کچھ اور چاہتے ہو؟ وہ لوگ کہیں گے: اے اللہ کیا تو نے ہمیں خوش نہیں کردیا ؟کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل کرکے جہنم سے نجات نہیں دیدیا؟ (راوی نے کہا: پھر اللہ حجاب کھولیں گے، اور اللہ کا دیدار ان کے لئے تمام چیزوں سے محبوب ہوگا))**[1] اللہ ہم سب کو بھی اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں میں شامل کرے۔

﴿وأما من خفت موازينه﴾ یعنی: برائیوں نافرمانیوں اور گناہوں سے ﴿فأمه هاوية﴾، یعنی: جہنم کی آگ ان کا ٹھکانہ اور جائے پناہ ہوگی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: "**أمه**" کا مطلب: اس کے سر کا گرنا ہے، یعنی وہ سر کے بل جہنم کی آگ میں گرے گا۔

﴿وما أدراك ماهيه﴾ یعنی: یہ **هاوية**، اس کی خطرناکی اور عظمت کو بیان کرنے کی خاطر (ایسا کہا گیا ہے)۔

﴿نار حامية﴾، یعنی: سخت جلانے والی گرم آگ، صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **((تمہاری آگ جہنم کے آگ کے ستر اجزاء میں سے بس ایک جزء ہے))**[2]، اللہ تعالی ہمیں اس سے بچائے۔

□□□

([1]) اس کی تخریج امام مسلم (۱۸۱) نے صہیب رضی اللہ عنہ کے طریق سے کی ہے۔

([2]) اس کی تخریج امام بخاری (۳۲۶۵)، اور مسلم (۲۸۴۳) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے کی ہے۔

سورہ تکاثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ (١) حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (٢) كَلَّا سَوْفَ
تَعْلَمُونَ (٣) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (٤) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ
الْيَقِينِ (٥) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ (٦) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ (٧) ثُمَّ
لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (٨)﴾

ترجمہ: زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا(۱) یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہونچے (۲) ہر گز نہیں تم عنقریب معلوم کر لو گے (۳) ہر گز نہیں پھر تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا(۴) ہر گز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو(۵) تو بے شک تم جہنم دیکھ لو گے (۶) اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے (۷) پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہو گا(۸)

﴿ألهاكم التكاثر﴾. یعنی تمہیں (زیادتی کی طلب) نے مشغول کر دیا اور اس نے تمہاری یہ حالت کر دی کہ تم اس دنیا میں مسلسل غفلت کے شکار ہو کر زندگی بسر کرنے لگے۔

﴿التکـــاثر﴾، یعنی: ان چیزوں کی طلب جن کی زیادتی لوگوں کو پسند ہوتی ہے جیسے مال تجارت گھر گاڑی بچے وغیرہ ایسی چیزیں جنھیں لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کیلئے جمع کرتے ہیں؛ اس خواہش نے تمہیں تمہاری مقصد حیات اور اصل

ہدف یعنی اللہ کی عبادت سے موڑ دیا ہے، یہی آج بیشتر لوگوں کا حال ہے کہ وہ جو چیزیں در حقیقت انہیں کے لئے بنائی گئی تھیں ان کے پیچھے پڑ کر اپنی پیدائش کے اصل مقصد؛ اللہ کی عبادت کو بھلا بیٹھے ہیں۔

﴿زرتم المقابر﴾، یعنی: تم اسی طرح غفلت کی حالت میں رہے اور کھیل کود اور دنیاداری میں مست رہے یہاں تک کہ تمہیں موت نے آدبوچا اور تم قبر میں داخل کر دیئے گئے، یقیناً یہی بیشتر لوگوں کی کیفیت ہے، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ لوگ زیادتی کی طلب میں دیوانگی کی حد تک لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ انہیں موت آجاتی ہے اور قبر میں دفن کر دیئے جاتے ہیں، اور قبروں میں اس دخول کو زیارت کا نام اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان عالم برزخ ہے، اور ہمیشگی والے جہاں کی جانب گذر گاہ ہے، میت وہاں زائر کے مانند داخل ہوتا ہے کیوں کہ وہ ہمیشہ وہاں نہیں رہے گا بلکہ زیارت کی طرح رک کر وہاں سے دار آخرت کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

﴿کلا سوف تعلمون﴾؛ کلا یہ اس حالت اور اس صفت سے پھٹکار ہے، یعنی: جس طرح تم غفلت اور زیادتی کی طلب میں مست ہو معاملہ ایسا ہرگز نہیں ہے، (سوف تعلمون) (یقیناً تم جان لوگے) یعنی جب قبروں میں داخل ہوگے اور عمل کے اچھے اور برے انجام کو دیکھوگے۔

﴿کلا سوف تعلمون﴾، یہ اس امر کی تاکید ہے، اور اس میں اس کی ہولناکی کا بیان بھی ہے۔

﴿كلا لو تعلمون علم اليقين﴾، یعنی: اگر انسان کو اس انجام کا علم ہوتا تو ہر گز یہ زیادتی کی طلب اسے اپنے اصل مقصد سے نہ موڑتی اور اللہ کی عبادت؛ جس کی خاطر اسے پیدا کیا گیا ہے وہ اس سے غافل نہ ہوتا۔

﴿لترون الجحيم﴾، یعنی: تم ضرور قیامت کے دن پیش کئے جاؤ گے پھر تم اس جہنم کو دیکھو گے جسے اللہ نے کافروں کی خاطر تیار کر رکھا ہے۔

(جحيم) یعنی جہنم؛ جسے قیامت والے دن ارض محشر میں لایا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ: **((اس دن جہنم کو لایا جائے اس میں ستر ہزار زنجیریں لگی ہوں گی اور ہر زنجیر کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے))**[1] جسے لوگ دیکھیں گے اور اس کا معائنہ کریں گے۔

﴿ثم لترونها عين اليقين﴾، یعنی: تم اسے حقیقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھو گے، یہ قیامت والے دن ہوگا جب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

﴿ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم﴾، یعنی: اللہ تبارک وتعالی قیامت کے دن تم سے تمہیں عطا کی گئیں تمام نعمتوں کے بارے میں پوچھیں گے؛ اس میں مال، صحت، اولاد، سواری، گھر سب نعمتیں شامل ہیں، یہاں تک کہ ٹھنڈے پانی کی نعمت کے بارے میں بھی بروز قیامت سوال کیا جائے گا[2]، اس میں سورت کی ابتداء والے

([1]) اسے امام مسلم (۲۸۴۲) نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

([2]) امام ترمذی (۳۳۵۸)، امام حاکم (۷۲۰۳) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((بے شک سب سے پہلے قیامت والے دن بندے سے جن نعمتوں

جملے ﴿أَلهاكم التكاثر﴾ پر تنبیہ بھی ہے کہ تمہیں ان چیزوں نے اصل مقصد سے موڑ دیا ہے حالانکہ تم سے قیامت والے دن ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا، لہذا خبر دار ہو جاؤ یہ نعمتیں تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر سکیں، یہ مال تمہیں نعمتوں کے عطا کرنے والے رب کی شکر گذاری اور اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس کی جانب توجہ اور اچھی طرح اس کی عبادت اور اس بلند و بالا رب سے ملاقات کی تیاری سے نہ موڑیں ، خبر دار تمہیں یہ سب امور جو در حقیقت تمہاری خاطر پیدا کی گئی ہیں وہ تمہیں اپنی مقصد حیات سے نہ روک سکیں۔

□□□

کے بارے میں پوچھا جائے گا وہ یہ کہ اس سے کہا جائے گا: کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں عطا کی تھی اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟)۔ اسے البانی نے الصحیحہ(۵۳۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

سورہ عصر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿وَالْعَصْرِ (١) إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ (٢) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (٣)﴾.

ترجمہ: زمانے کی قسم (۱) بے شک (بالیقین) انسان سر تا سر نقصان میں ہے (۲) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی (۳)

یہ عظیم، بلاغت سے پر مختصر سی سورت ہے، جس نے ہر بھلائی کا احاطہ کر رکھا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے اس میں زمانے کی قسم کھائی ہے، جن میں کہ بندوں کے اچھے اور برے اعمال کا وقوع ہوتا ہے۔

﴿إن الانسان﴾، یعنی: جنس انسان ﴿لفي خسر﴾ سارے لوگ گھاٹے میں ہیں، سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالی نے اس سورت میں مستثنی قرار دیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن میں درج ذیل صفات موجود ہوں:

﴿إلا الذين آمنوا﴾، یعنی: اللہ پر اور جن پر اللہ نے انہیں ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اور اس میں علم بھی شامل ہے کیونکہ علم وبصیرت کے بغیر ایمان کا تصور ناممکن ہے۔

﴿وعملوا الصالحات﴾، یعنی: عبادات کی مختلف انواع اور قربت کے متعدد اصناف کے ذریعہ اللہ کے رضا کی حصول کی خاطر اس کا قرب حاصل کیا، واضح رہے کہ ان کے ایمان اور عمل صالح میں خود ان کے نفوس کی ہی تکمیل ہے۔

﴿وتواصو بالحق﴾، یعنی: بندوں کی خاطر اللہ کے پسندیدہ دین کی دعوت دے کر، اور ان کا آپس میں دین کی وصیت کا مطلب ہے: لوگوں کا ایک دوسرے کو دینی احکام کے اہتمام اور پابندی پر ابھارنا، جو کہ اپنے نفوس کی تکمیل کے بعد دوسروں کی تکمیل ہے۔

﴿وتواصو بالصبر﴾، یعنی: اللہ کی اطاعت پر، اس کی معصیت (کے ترک) پر، اور اللہ کی جانب سے مقرر کردہ تکلیف دہ تقدیر (صبر کی وصیت کرنا) یاد رہے کہ دعوت کے راستے میں تکالیف کا آنا لازمی ہے، لہذا انسان کو صبر کرتے ہوئے ثواب کی امید رکھنی چاہیئے تاکہ وہ اللہ کی مشیئت سے نجات پانے والے کامیاب لوگوں میں سے ہو جائے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "اگر لوگ صرف اسی سورت میں ہی غور وفکر کریں تو یہی ان کے لئے کافی ہو گی"، یعنی ان کے لئے منہیات سے روکنے کے لئے موعظت اور پھٹکار کے طور پر اور نیکی وبھلائی کی تمام اقسام کی طرف رغبت دینے والی نصیحت کی طور پر۔

□□□

سورہ ھمزۃ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (١) الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ (٢)
يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ (٣) كَلَّا ۖ لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (٤) وَمَا
أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ (٥) نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ (٦) الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى
الْأَفْئِدَةِ (٧) إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ (٨) فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (٩)﴾.

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو(۱)جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے(۲)وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا (۳)ہر گز نہیں یہ تو ضرور توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا(۴)اور تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہوگی(۵)وہ اللہ تعالی کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی(٦)جو دلوں پر چڑھتی چلی جائے گی(۷)وہ ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی(۸)بڑے بڑے ستونوں میں(۹)

﴿ویـــــل﴾، یعنی: ہلاکت وبربادی، اور کہا گیا ہے کہ: یہ جہنم میں ایک وادی کا نام ہے، ﴿لکل همزة لمزة﴾، یعنی: جس کا مشغلہ اور پیشہ ہی همز و لمز یعنی لوگوں کی عزت پر دھاوا بولنا اور انہیں طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا ہو، همز قول کے ذریعہ ہوتا ہے جبکہ لمز فعل اور اشارے سے۔

﴿الذي جمع مالا وعدده﴾، یعنی: جس کا مقصد ہی مال کا کثرت سے جمع کرنا، اس کا شمار کرنا ہو، اور وہ یہ بتاتا پھرتا ہو کہ اس کے پاس فلاں فلاں مال،

اتنے غلام اور اتنے مویشی ہیں ، وہ اتنے گھروں کا مالک ہے اس کے پاس اتنی کھیتیاں ہیں وغیرہ ،اور وہ لوگوں میں ان اموال کی بابت بیان کرتا پھرے اور لوگوں پر فخر کرکے انہیں نیچا دکھائے۔

﴿يحسب أن ماله أخلده﴾، یعنی ایسا شخص اپنے پاس موجود جمع کئے گئے مال ودولت؛ جن سے لوگوں پر فخر کرتا ہے،ان کے جمع وزیادتی کی کوشش کرتا ہے ان کے بارے میں یہ گمان کرتا ہے کہ یہ اس کے لئے دنیا میں ہمیشہ رہنے کا سبب ہوں گے۔

﴿كلا﴾، معاملہ ایسا ہرگز نہیں ہے جیسا وہ سوچتا اور گمان کرتا ہے۔

﴿لينبذن في الحطمة﴾ اس کا انجام یہ ہے کہ وہ مر جائے گا اور اس کے مال ودولت دنیا میں ہی رہ جائیں گے اور قیامت والے دن اس شخص کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور الحطمة جہنم کا ایک نام ہے کیونکہ وہ اپنے اندر داخل کی جانے والی اشیاء اور لوگوں کو توڑ دیتی مروڑ کر رکھ۔

﴿وما أدراك ما الحطمة﴾، الحطمة یہ ہے کیا؟ اور کیا ہوگی؟ یہاں سوال سے اس کی ہولناکی اور خطرناکی کا بیان مقصود ہے۔

﴿نار الله الموقدة﴾، یعنی: بھڑکائی ہوئی؛ شدت سے جلنے کی وجہ سے اس کی تپش حد درجہ بڑھی ہوگی، -اللہ ہمیں اس سے اور اس سے قریب کرنے والے ہر قول وعمل سے محفوظ رکھے-۔

﴿التي تطلع على الأفئدة﴾؛ اس اطلاع سے دلوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دل ہی اعمال کے منبع اور مصدر اور ان پر اکسانے اور ابھارنے والے ہوتے ہیں؛اور اعمال کا منبع در حقیقت دل ہی ہیں،فرمان نبوی ﷺ ہے:((**خبر دار جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح رہا تو سارا جسم درست رہے گا اور اگر وہی فاسد ہو گیا تو سارا جسم فاسد ہو گا؛خبر دار وہ دل ہے**))[1]

﴿إنها﴾ یعنی: جہنم ﴿عليهم مؤصدة﴾، یعنی: مضبوطی کے ساتھ بند کی گئی ہو گی۔

﴿في عمد ممددة﴾،یعنی: جہنم کے دروازے پر،ان پر دروازوں کو بند کر دیا جائے گا،وہ اس سے نکل نہیں پائیں گے۔

□□□

(1)اس کی تخریج امام بخاری(۵۲)،مسلم(۱۵۹۹)نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی طریق سے کی ہے۔

سورہ فیل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ (١) أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ (٢) وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ (٣) تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ (٤) فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ (٥)﴾.

ترجمہ: کیا تونے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟(۱) کیاان کے مکر کوبے کار نہیں کردیا(۲)اوران پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے(۳)جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں ماررہے تھے (۴)پس انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کردیا (۵)

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾، اے نبی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیاآپ کو نہیں پتہ کہ اللہ تعالی نے خانہ کعبہ کوڈھانے کی غرض سے مکہ آرہے ابرہہ اوراسکی ہاتھوں والی لشکر کا کیاحال کیا۔

﴿أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ﴾، یعنی:ان کی چالبازی اوران کی طرف سے تیار کردہ خانہ کو گرانے کی پلاننگ کو ﴿فِي تَضْلِيلٍ﴾ یعنی انہیں ضائع وبرباد کردیااور ان کا بہت ہی برا انجام کیااور انہیں انکے اس کام اور چالبازی سے صرف نقصان ہی کا سامنا ہوا۔

﴿وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ﴾، یعنی: پے درپے پرندوں کے جھنڈ، جو لوگ ہاتھی لے کر آئے ہوئے تھے،ان کا گمان تھا کہ وہ بڑے طاقتور اور بھاری بھر کم حیوانات ہیں، جنہیں نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ ہی خانہ کعبہ کو گرانے سے انہیں کوئی واپس کرنے کی کوئی جرأت ہی کر سکتا ہے، پس اللہ نے ان پر ان پرندوں کو بھیجا جو اپنی چونچ میں چھوٹے چھوٹے کنکر اٹھائے ہوئے تھے۔

﴿تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ﴾ مضبوط پکائی ہوئی مٹی کے پتھر اونچی جگہ سے (برسا رہے تھے) ان میں سے جس پر بھی ان پتھروں میں سے کوئی پتھر گرتا وہ بری طرح ہلاکت کا شکار ہو جاتا۔

﴿فَجَعَلَهُمْ﴾ یعنی: خانہ کعبہ کو گرانے کی غرض سے آئی ہوئی لشکر کو ﴿كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ﴾ یعنی وہ کھیتی جہاں جانور پہونچ کر اسے چر چکے ہوں اور ان اپنے قدموں سے روند دیئے ہوں، یہ اللہ تعالی کی ایک نشانی ہے اور اس کے قدرت کی عظمت میں سے ہے کہ انسان کا کید و مکر جس قدر بھی بڑھ جائے اللہ تعالی اس کے بدلے چالباز کو دنیا و آخرت میں ناکامی ہی عطا کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اسی سال ہوئی تھی جس میں یہ عظیم حادثہ رونما ہوا تھا اور یہ واقعہ بھی آپ کی بعثت کی نشانیوں میں سے ایک تھا۔

□□□

﴿سورہ قریش﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ (١) إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (٢) فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ (٣) الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ (٤)﴾.

ترجمہ: قریش کے مانوس کرنے کے لئے (۱) (یعنی) انہیں جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے لئے (اس کے شکریہ میں) (۲) پس انہیں چاہیئے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں (۳) جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر (اور خوف) میں امن (وامان) دیا (۴)۔

بہت سے مفسرین کرام کا کہنا ہے کہ فرمان باری تعالی: ﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ﴾ میں موجود جار مجرور اس سے پہلے والی سورت یعنی سورہ فیل سے متعلق ہے؛ کیونکہ اُس سورت میں موجود ابرہہ اور اس کے لشکر کی ہلاکت کے قصہ میں اللہ کی عظیم قدرت اور سخت عذاب کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، جس کے بعد اہل قریش کی ہیبت میں اضافہ ہوا تھا اور انہیں اپنے گھروں اور ٹھنڈی و گرمی کے تجارتی اسفار میں امن و اطمینان حاصل ہو گیا۔

﴿إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ﴾ یعنی: ان کا اس قدر نعمت، آسانی اور امن و اَمان سے لطف اندوز ہونا، بے خطر راستے، ٹھنڈی میں ملک یمن کی

جانب اور گرمی میں ملک شام کی جانب تجارتی سفر میں آسانی وغیرہ ایسی عظیم نعمت تھی جس پر نعمتوں کے عطا کرنے والی ذات کا شکر ادا کرنا اور اس کے لئے دین کو خالص کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اسی لئے رب تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ﴾ یعنی: انہیں چاہئے کہ وہ اللہ کیلئے ہی اپنی عبادت کو خالص کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک اور ساجھی نہ ٹھہرائیں۔

﴿الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ﴾ جس نے ان پر کھانے اور امن کی فراوانی فرمائی، پس یہ نعمتیں اور یہ امن وامان ان کے نچھاور کرنے والی ذات کی شکر گذاری اور خالص اسی ذات کی عبادت اور پرستش کئے جانے کے متقاضی ہیں۔

□□□

سورہ ماعون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِى يُكَذِّبُ بِالدِّينِ (١) فَذٰلِكَ الَّذِى يَدُعُّ الْيَتِيمَ
(٢) وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِينِ (٣) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (٤) الَّذِينَ
هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (٥) الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (٦) وَيَمْنَعُونَ
الْمَاعُونَ (٧)﴾.

ترجمہ: کیا تونے (اسے بھی)دیکھا جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے؟(۱)یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے(۲)اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا(۳)ان نمازیوں کے لئے افسوس (اور ویل نامی جہنم کی جگہ)ہے(۴)جو اپنی نماز سے غافل ہیں (۵)جو ریاکاری کرتے ہیں(۶)اور برتنے کی چیز روکتے ہیں(۷)۔

﴿أَرَأَيْتَ﴾، اے نبی ! اوراس سوال کا معنی تعجب ہے ﴿الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ﴾ یعنی: بدلے اور اٹھائے جانے اور اللہ کے سامنے وقوف اور اس سے ملاقات کو جھٹلاتا ہے اور دین کو جھٹلانے کا مطلب؛ اس شریعت کو جھٹلانا ہے جسے اللہ نے مشروع قرار دیا ہے اور جس کی پیروی کے لئے بندوں کو دعوت دی ہے، جو توحید اور دین کو اللہ کے لئے خالص کرنے کا نام ہے۔

﴿ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ (٢) وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴾ یعنی: اس جھٹلانے کے نتائج میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کی یہ حالت ہو جائے؛ ﴿ يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴾، یعنی: انہیں سختی سے ڈانٹتا اور پھٹکارتا ہے، ان کے ساتھ محبت اور نرمی کا برتاؤ نہیں کرتا ﴿ وَلَا يَحُضُّ ﴾ دوسروں کو ﴿ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴾ کیونکہ وہ تو خود نہیں کھلاتا ہے اور نہ ہی لوگوں کو کوئی بھی چیز دیتا ہی ہے تو وہ کیونکر دوسروں کو اس بارے میں ترغیب دے گا؟!

پھر اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (٤) الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴾ ؛ان کی صفت بتائی کہ وہ نمازی ہیں، نماز تو نہیں چھوڑتے، مگر ان سے سستی واقع ہوتی ہے، وہ نماز کے اوقات کی پابندی نہیں کرتے اور اس کے شروط، ارکان اور واجبات کی پابندی بھی نہیں کر پاتے۔

یاد رہے کہ نماز سے غفلت اور نماز میں غفلت کے درمیان فرق ہے، کیونکہ نماز میں واقع ہونے والی غفلت کی تلافی سجدہ سہو سے کی جاسکتی ہے، مصیبت تو نماز سے ہی غفلت میں ہے؛ کہ انسان نماز سے متعلق غفلت کا شکار ہو، اور اس کے وقت شروط و ارکان کا دھیان نہ رکھے، نماز کو اہمیت نہ دے اور اس کی تعظیم نہ کرے۔

﴿ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ﴾ یعنی: اپنے اعمال اور اپنی نمازوں کو، (ریاکاری سے متعلق) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **((آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور کسی کی نگاہ کو اپنی جانب متوجہ دیکھ کر نماز کو بہتر بنائے))**[(1)]۔

﴿ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴾، یعنی: ان کی بخیلی اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ وہ ماعون (برتنے والی أشیاء) کا بھی تبادلہ نہیں کرتے؟ ماعون کہتے ہیں وہ چیز جو ایک مخصوص مدت تک کیلئے اعارتا استفادہ کی خاطر دی جاتی ہے پھر واپس بھی لے لی جاتی ہے، جیسے ہانڈی، چھنی، کلہاڑی اور سوئی وغیرہ جیسی چیزیں جن کا پڑوسی آپس میں ایک دوسرے سے تبادلہ کرتے رہتے ہیں۔

□□□

(1) اس کی تخریج امام احمد (۱۱۲۵۲)، ابن ماجہ (۴۲۰۴) نے ابو سعید خدری کے واسطے سے کی ہے، اور علامہ البانی نے اسے "صحیح الجامع" (۲۶۰۷) میں حسن قرار دیا ہے)۔

سورہ کوثر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ (١) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (٢) إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (٣)﴾.

ترجمہ: یقیناً ہم نے تجھے (حوض)کوثر (اور بہت کچھ)دیا ہے(۱)پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر (۲)یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے(۳)۔

اس سورت میں اللہ تعالی نے اپنے نبی اور منتخب بندے پر کئے ہوئے احسان کاتذکرہ کیاہے، کہ اللہ نے انہیں کوثر عطا کی ہے یعنی: بہت بڑی خیر وبھلائی اور عام فضل؛ جس میں سے وہ نہر بھی ہے جو روز قیامت اللہ تعالی اپنے نبی کو عطا کریں گے،اسی طرح حوض مورود بھی انہیں انعامات میں سے ایک ہے۔

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ ﴾ ،یعنی:اللہ کی نعمتوں،فضل وکرم اور عظیم عطاء پر شکر گذاری کرتے ہوئے، ﴿ وَانْحَرْ ﴾ اپنے ذبیحہ کو اپنے رب کیلئے اور اس کی خاطر اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے(قربان کرو)،جیساکہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (١٦٢) لَا شَرِيكَ لَهُ ﴾ [سورہ انعام] ۔

﴿ إِنَّ شَانِئَكَ ﴾ یعنی آپ کا دشمن اور آپ سے بغض رکھنے والا ﴿ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴾ ،یعنی: ہر خیر اور احترام سے محروم، باین طور کہ ان کا تذکرہ صرف برائی سے ہی ہوگا اچھائی سے نہیں۔

□□□

﴿سورہ کافرون﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (١) لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ (٢) وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (٣) وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ (٤) وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (٥) لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (٦)﴾.

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو!(۱) نہ میں عبادت کرتا ہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو(۲) نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں (۳) اور نہ میں عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو (۴) اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں(۵) تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے(۶)۔

اس سورت کا نام ((سورۃ الکافرون)) ہے،اس میں شرک، مشرکین اور کفر و کافرین سے براءت کا اعلان ہے۔

﴿قُلْ﴾، یعنی: اے نبی (ﷺ) ! ﴿يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ ،یعنی: اللہ۔سبحانہ و تعالی۔کے ساتھ، اے وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ اس کے علاوہ بتوں اور مورتیوں کی پرستش کرتے ہو۔

﴿ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ﴾، یعنی: بتوں اور مورتیوں کی جنہیں تم نے اللہ -سبحانہ وتعالی- کے ساتھ شریک اور ساجھی بنالیا ہوا ہے۔

﴿ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴾، جبکہ وہ اپنے جملہ معبودوں کے ساتھ اللہ تعالی کی بھی عبادت کرتے تھے! مگر عبادت بغیر اخلاص کے عبادت نہیں شمار ہوتی، لہذا اگر عبادت خالص نہ ہو تو اسے عبادت نہیں مانا جائے گا، اسی طرح جس طرح بلا طہارت نماز کا شمار نہیں ہوتا، لہذا جس طرح اگر انسان بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے تو اس کے بارے میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ اس نے نماز نہیں پڑھی ہے، بالکل اسی طرح بلا اخلاص اللہ کی عبادت کرنے والے کے بارے میں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے کوئی عبادت نہیں کی، کیونکہ بلا اخلاص عبادت کا تصور ہی ممکن نہیں۔

﴿ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ (٤) وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴾ کہا گیا ہے کہ: پہلا (نفی) معبود سے متعلق ہے: باین طور کہ نبی ﷺ تو اللہ کے لئے دین کو خالص کرکے صرف اسی کی عبادت کیا کرتے تھے، جبکہ وہ بتوں اور مورتیوں کی پرستش کرتے تھے، اور دوسرا (نفی) عبادت سے متعلق ہے کیونکہ نبی ﷺ کی عبادت توحید اور اخلاص کے ساتھ ہوا کرتی تھی جبکہ وہ (مشرکین) اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے، اس

کاسا جھی ٹھہرا کر غیر اللہ کی پرستش کرتے تھے۔**اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ:** پہلا (نفی)اس کام کے بالکل نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے، جبکہ دوسرے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ایسا کرنا ان کا لازمی وصف بن چکا ہے۔

﴿ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ﴾ یہ ان سے اور ان کے دین سے براءت ہے﴿ لَكُمْ دِينُكُمْ ﴾، یعنی:بتوں مورتیوں اور غیر اللہ کی پرستش،﴿ وَلِيَ دِينِ ﴾ جو کہ توحید یعنی: اخلاص کے ساتھ صرف-بلند وبالا- اللہ ہی کی عبادت کرنے کا نام ہے۔

□□□

سورہ نصر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (١) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (٢) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (٣)﴾.

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے(۱) اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے(۲) تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ، وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے(۳)۔

اس سورت میں نبی کریم ﷺ کو عظیم کامیابی اور فتح مبین کی بشارت دی گئی ہے۔

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ یعنی فتح مکہ، یہاں آپ ﷺ پر اللہ کی نعمت کی جانب اشارہ ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ایک ثابت شدہ اور حتمی طور پر واقع ہونے والا واقعہ ہے۔

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾،
یعنی (اے محمد ﷺ) کثرت سے تسبیح اور استغفار کیا کریں، آپ ﷺ اس

سورت کے نزول کے بعد بکثرت یہ دعاء: سبحانك اللهم ربنا و بحمدك.اللهم اغفرلي پڑھتے ہوئے حکم قرآنی پر عمل کیا کرتے تھے[1]۔

اس سورت سے حاصل ہونے والے فوائد میں سے آپ ﷺ کو اجل کے قریب ہونے کا احساس دلانا بھی ہے! بایں طور کہ اس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب فتح و نصرت حاصل ہو جائے، تو استغفار کرو، کیونکہ عظیم طاعات کو استغفار سے ختم کیا جاتا ہے، اسی طرح ایمان وفرمانبرداری والی زندگی بھی اسی سے ختم کی جانی چاہیے، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات سے کچھ پہلے سب سے اخیر میں جو بات سنی گئی وہ اللهم اغفرلي وارحمني والحقني بالرفيق تھی[2]۔

□□□

([1])اس کی تخریج امام بخاری(۸۱۷)، مسلم(۴۸۴)نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری(۴۴۴۰)، مسلم(۲۴۴۴)نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے کی ہے۔

سورہ تبت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (١) مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (٢) سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (٣) وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (٤) فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ (٥)﴾.

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا(۱) نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی (۲) وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا(۳) اور اس کی بیوی بھی (جائے گی)، جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے(۴) اس کی گردن میں پوست کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہو گی(۵)۔

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾ یعنی اس کے دونوں ہاتھ خائب وخاسر ہوں، پہلا (فعل) اس کے اوپر بددعاء ہے جبکہ دوسرے سے اس کے بارے میں خبر دینا مقصود ہے۔

ابولہب نبی کریم ﷺ کا چچا تھا، جو کہ آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا، آپ کو خوب تکلیف دیتا اور آپ کی اور آپ کے دین کی برائی کیا کرتا تھا، اس کے سبب نزول کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ جب نبی ﷺ ایک دن کوہ صفاء پر نمودار ہوئے اور کہا: (یا صباحاه! تو سارے قریش کے لوگ جمع ہو گئے، اور انہوں نے کہا، تمہیں کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تمہیں خبر دوں

کہ دشمن تم پر صبح یا شام ہی میں دھاوا بولنے والا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں!، اس پر آپ نے فرمایا: م یں تمھیں بہت ہی سخت عذاب کے بارے میں تمھیں خبر دار کرنے والا ہوں، ابو لہب نے اسی وقت کہا: تیری بربادی ہو کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟!)۔ تبھی اللہ تعالی نے ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾[1] نازل فرمائی۔

جمع کردہ مال اولاد اور تجارت وغیرہ یہ سب اللہ کے یہاں اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔

وہ اور اس کی عورت دونوں جہنم رسید ہوں گے، یہ سورت ابو لہب اور اسکی بیوی کے زندگی میں ہی نازل ہوئی تھی، یہ سورت آپ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کے صدق وسچائی پر عظیم نشانی اور عجیب دلائل میں سے ہے، اس میں اس بارے میں بھی خبر ہے کہ وہ دونوں حالت کفر اور دین دشمنی ہی میں فوت ہوں گے، اور ہوا بھی ایسا ہی۔

اس کی بیوی جس کا نام اروی بنت حرب ام جمیل تھا ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ وہ ایذاء رسانی میں مبالغہ کے پیش نظر کانٹے اور تکلیف دہ چیزیں اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں لا کر رکھ دیا کرتی تھی۔

﴿فِي جِيدِهَا﴾ یعنی اس کی گردن میں ﴿حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ﴾ یعنی اس کے ذریعہ اسے جہنم کے کنارے تک اٹھا کر اسے اسکی گہرائی میں پھینکا جائے گا، یا یہ کہ وہ اپنے گردن میں پٹہ لٹکائے ہوئے جہنم میں اپنے شوہر پر لکڑیاں اٹھائے پھرے گی۔

□□□

(1) اس کی تخریج امام بخاری (۴۸۰۱)، مسلم (۲۰۸) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کی ہے۔

سورہ اخلاص

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (١) اللَّهُ الصَّمَدُ (٢) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (٣) وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (٤)﴾.

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے (۱) اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے (۲) نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا (۳) اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے (۴)۔

یہ ((سورہ اخلاص)) ہے، جو ایک تہائی قرآن کے برابر ہے، جیسا کہ حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے (صحابہ کرام سے) فرمایا: ((کیا تم میں سے کوئی ایک رات میں قرآن کا تہائی حصہ پڑھنے سے عاجز ہو سکتا ہے؟، یہ چیز ان (صحابہ کرام) پر گراں گذری اور انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے ایسا کون کر سکتا ہے؟ پس آپ ﷺ نے فرمایا: ((اللہ الواحد الصمد تہائی قرآن ہے))[1]، اور اسے ((سورہ اخلاص)) بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں خاص طور سے توحید علمی کو بیان کیا گیا ہے، اور **سورۃ الکافرون** کو بھی ((سورہ

(1) اس کی تخریج امام بخاری (۵۰۱۵) نے حضرت أبو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کی ہے، اور امام مسلم (۸۱۱) نے حضرت أبو الدرداء رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کی ہے۔

اخلاص)) کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں (خاص طور پر) عملی توحید کو بیان کیا گیا ہے، اور توحید کی دو قسمیں ہیں: **توحید علمی اور توحید عملی۔**

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾، یعنی: وہ (اللہ — سبحانہ وتعالی- اکیلا ہے، کیونکہ اس — برتر و بالا — خالق و مالک کا نہ اسماء وصفات میں کوئی شریک ہے، اور نہ ہی ربوبیت والوہیت میں۔

﴿اللَّهُ الصَّمَدُ﴾؛ الصمد، یعنی اپنے اسماء وصفات میں کامل، اپنی یکتائی اور تمام صفات میں بھی کامل اور الصــــمد وہ ہے: جس کی طرف تمام مخلوقات اپنے حاجات میں متوجہ ہوتی ہوں، اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ اللہ تعالی اپنی صفات میں کمال کے سبب تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، اور اس کی قدرت تمام اُمور کو شامل ہے، تمام مخلوقات اس کے محتاج ہیں، سب اسی کی طرف اپنی حاجات کو پیش کرتے ہیں، حاجت کے وقت اسی کی جانب رجوع کرتے ہیں، انہیں اس ذات بابرکات سے ایک لمحہ کے لئے بھی بے نیازی نہیں!۔

اس کے یکتا، بے نیاز اور کمال میں سے ہی یہ بھی ہے کہ ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾؛ یعنی: اس ذات باری سے اصل وفرع کی نفی کی گئی ہے، وہ ان سب سے پاک اور مقدس ہے۔

﴿وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾، یعنی: اس کا کوئی ہمسر نہیں، اس کا کوئی ساجھی نہیں، اور نہ اس کا کوئی ہم نام ہے، وہ ہر قسم کے مثال، ہمسر اور ہم مثل سے پاک ہے۔

□□□

﴿سورہ فلق﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (١) مِن شَرِّ مَا خَلَقَ (٢) وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (٣) وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ (٤) وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ (٥)﴾.

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں (۱) ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے (۲) اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے (۳) اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی) (۴) اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے (۵)۔

● ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾: الفلق: صبح، یعنی: میں صبح کو پیدا کرنے والے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اور اس کا معنی گٹھلیوں کو پھاڑنے والا بھی بتایا گیا ہے۔

﴿مِن شَرِّ مَا خَلَقَ﴾، یعنی: ہر اس مخلوق سے جس میں شر ہے، اور یہ ان تمام مخلوقات سے پناہ چاہنے کو عام جن میں برائیاں پائی جاتی ہیں۔

﴿وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾، یعنی: رات، اس میں بکھرے ہوئے کیڑے مکوڑے، شیاطین، اور تمام شر و فتنے۔

﴿وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾، یعنی: وہ جادو گرنیاں جو گرہوں میں پھونکیں مارتی ہیں، تاکہ وہ جادو کر سکیں اور ان کا کیا جادو واقع ہو، واضح رہے کہ اللہ عزوجل کے حکم کے بغیر کوئی شئ واقع نہیں ہوسکتی ہے۔

ان اُمور سے اللہ کی پناہ چاہنے میں جادو کی حقیقت اور تاثیر پر دلیل ہے؛ اس میں سے کچھ تو قتل کرتے ہیں، اور کچھ بیمار کرتے ہیں، اور اسی میں سے کچھ میاں بیوی کے مابین جدائی پیدا کرنے والے ہیں، اللہ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

﴿وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾، یعنی: ہر حاسد کی شر سے جب ان میں حسد کی آگ لگے، اس میں نظر لگانے والا بھی شامل ہے؟ کیونکہ نظر بد بلا حسد ممکن ہی نہیں۔

□□□

﴿سورہ ناس﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (١) مَلِكِ النَّاسِ (٢) إِلَٰهِ النَّاسِ (٣) مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ (٤) الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (٥) مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (٦)﴾.

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے ! کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتاہوں(۱) لوگوں کے مالک کی(۲) (اور)لوگوں کے معبود کی(پناہ میں)(۳) وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے(۴) جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (۵) (خواہ) وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے(۶)۔

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (١) مَلِكِ النَّاسِ (٢) إِلَٰهِ النَّاسِ﴾،

ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالی کی ربوبیت، الوہیت اور ملک کے ذکر کے ذریعہ اللہ کی پناہ چاہی گئی ہے، اور یہ تین نام "رب الناس، ملک الناس، إله الناس" سورہ فاتحہ میں بھی گزر چکے ہیں؛ وہاں پر اللہ کی ثناء بیان کرنے کے لئے آیا ہے، اور یہاں قرآن کے بالکل اخیر میں اللہ سبحانہ وتعالی سے پناہ حاصل کرنے اور اس کی ذات بابرکات سے مدد کے امید کی خاطر ہے۔

﴿مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾، مراد شیطان ہے،اس کو یہاں دو وصف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

﴿الْوَسْوَاسِ﴾، یعنی:لوگوں کے دلوں سے وسوسے ڈالنے والا۔

﴿الْخَنَّاسِ﴾، یعنی: جواللہ کے ذکر کے وقت چھپ کر بھاگتااورانسان سے دور ہو جاتا ہے۔

اس میں اللہ کے ذکر کو لازم پکڑنے پر ابھارا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ یہ بندے کو شیطان سے حفاظت کیلئے سب سے بہترین ذریعہ ہے۔

﴿الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ﴾، یعنی: جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے، برائیاں اور غلط خیالات، فاسد عقائد اور برے معانی ومفاہیم ڈالتا رہتا ہے۔

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾، یعنی: جس طرح جن کی طرف سے وسوسے ہوتے ہیں اسی طرح انسان کی طرف سے بھی ہوتے ہیں۔

□□□

خاتمہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کو اللہ سبحانہ وتعالی کے کلام کے معانی کو سمجھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے ، ہاں امت کے عام افراد کیلئے انہیں صرف سورتوں (سورہ فاتحہ اور پھر سورہ زلزلہ سے ناس تک) کو یاد کرلینا، اسے دہراتے رہنا، اسکے معانی اور مفاہیم کو سمجھنے کا اہتمام کرنا ہی کافی ہے تاکہ ہمیشہ اسکی تلاوت بغور سمجھ کر کریں اور قرآنی خطاب واُحکام کو سمجھ سکیں۔

للتواصل والاستفسار:

0505500694

للمساهمة في أنشطة الجمعـــــية:

الحساب العام لدى مصرف الراجحي:

SA59 80000 468608010140007

نرجو إشعارنا بعد التحويل برسالة و اتساب